مسلک دیوبند چودھویں صدی کی پیداوار ہے
محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی سے پہلے
کسی مسلسل شخصیت سے ان کا تعلق نہیں

(دار العلوم دیوبند کے شیخ کا اعتراف)

WWW.NAFSEISLAM.COM

۴۶

مولانا سید انظر شاہ صاحب — استاذ تفسیر دار العلوم۔ دیوبند

مسلکِ دیوبند کیا ہے؟

ادارہ البلاغ کا مضمون کے ہر ہر جزء سے مکمل اتفاق ضروری نہیں

حکم ہے ایک عزیز مکرم کا جو غالباً عمر میں کم اور علم و دانش فہم و دانش میں برابر آگئے ہیں، کہ اکابر دیوبند پر ان کے دور اوّل کے لئے کچھ لکھوں لیکن سوچتا ہوں کہ اکابر کے تعارف سے پہلے، تو دیوبندیت ہی کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ یہ تنے اور کونپل، رگ و ریشے، شاخیں اور ان کا لمبا سلسلہ سب کچھ جڑ ہی سے براہ راست تعلق رکھتا ہے، اگر اصل ہی مشخص و متعین نہیں تو برگ و بار کی تعریف و تعارف، حقیقت کی دریافت کی دانائی و کامیابی کی راہ نہیں۔ مضمون زیر قلم ہے تو عمر چالیس کے سن و سال سے آگے قدم بڑھا رہی ہے۔ بات اگرچہ اس دور میں بھی وہی ہے، جو کریما کے مصنف نے غالباً اپنی چالیسویں ہی کے لئے کہی تھی کہ

چہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت

تاہم جو کچھ ہوا وہ ہوا اور جو ہوتا ہے وہ بھی ہو کر رہے گا۔ اتنا تو بطور تحدیث نعمت عرض کرنے کی ہمت رکھتا ہی ہوں کہ اب رد و قبول کا معیار بحمد اللہ شخصیت نہیں بلکہ دیدہ ہے یعنی جو کچھ سنا اور پہنچا عقل کی کسوٹی نے خود بھی پرکھ کر دیکھنے کا جذبہ وافر رکھتی ہے، گویا کہ اب شعور معطل نہیں، بلکہ اپنے ہی کام میں مصروف ہیں، قرآن، حدیث نبی اور تفسیر دین و سنت، فقہ و روایت، بلکہ حد تو یہ ہے کہ اپنے اسلافؒ کے بارہ میں جو کچھ سنتا اور سن رہا ہوں خوب ٹھونک بجا کر اسے قبول کرنے کی عادت پڑ گئی، یہ کچھ ہرزہ گوئی بھی، اور مدح خوانی کوئی علمی و فنی شکل نہیں بلکہ آنے والے بیانات و حقائق کو قابل قبول بنانے کی ایک معقول تمہید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا اور سننے والے محض یہ کہہ کر، تحریر کو یا قول سے دور کر دیں کہ

۱؎ اس کی ایک دلچسپ مثال یہ ہے جس سے غالباً کچھ سوچنے اور سمجھنے کا جو ڈھنگ اپنایا ہے اس کی کوئی خاص شکل آپ کے سامنے آئے کہ شاملی کے معروف جنگ میں براہ راست علماء وقت بھی شرکت کر رہے تھے، اپنے اکابر سے بار بار سنا کہ جس وقت حضرت حافظ ضامن الشہید درجہ شہادت کے مقام ارفع پر فائز ہو گئے تو غالباً یہ الفاظ کہ حضرت الحاج مولانا امداد اللہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ بس اب جنگ لڑائی ختم، وہ تو خدا تعالیٰ کو حافظ جی کے شوق شہادت کی تکمیل مقصود تھی جو یہ سارا ہنگامہ کرایا، وہ ہو چکی اب لڑائی کیا، مگر کیسا تعجب ہے، مگر نہیں اکابر سے مسلسل یہ ہی سنتا رہا کہ ٹھیک حافظ صاحب کی

ایک طور اور مرویات کا پابند ہے ایسا نہیں، بلکہ فراغت کے زمانہ امام ہی کی بہرحال سترہ برس کے عرصہ کے بعد جس حد تک اجتہاد کی دریافت ممکن ہو سکی" بعد وجہ چند کے اسی حاصل کو سامنے لا رہا ہوں، کہنا یہ ہے کہ جس طرح اسلام، تمام ہی مذاہب میں، مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے بعد میرے لئے ایک دین برحق ہے، جس کے ایک ایک جزو پر خدا کا شکر ہے کہ ایمان بارد کی دولت سے سرفراز ہوں، اسی طرح فقہی مکاتیب میں حنفی فقہ کی جامعیت گہرائی و گیرائی پر ... دل و دماغ مطمئن ہیں دوسرے مکاتیب کی صحت و درستگی کے یقین کے باوجود حنفی فقہ کی ترجیح علم و یقین کے درجہ میں حاصل ہے، بلکہ امام اعظم کے خصوصی تفقہ پر دل اسی وجہ مطمئن ہے، جیسا کہ استاذ الاساتذہ حضرت سیدنا شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے بارہ میں، متواتر ہے کہ جس قول میں امام اعظم کو منفرد پاتے، تا آنکہ ان کے شہرۂ آفاق ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ بھی ان کے ہمنوا نہ ہوتے، شیخ الہند علیہ الرحمۃ اس صورت حال پر بجائے، پریشان و پشیمان ہونے کے بے حد مطمئن رہتے، فرماتے کہ واقعہ یہی ہے کہ یہ بات اس حد درجہ دقیق، نازک اور عمیق تھی، جہاں تک سوائے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی اور کی نظر پہونچ ہی نہیں سکتی تھی۔" او کما قال" بلکہ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ جس مسئلہ کو حضرت مرحوم فقہاء کے مابین قطعاً اتفاقی پاتے، اس پر تشریح و تفصیل کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی، یہ ارشاد فرماتے ہوئے گذر جاتے کہ

"چلو بھائی یہ بات تو اتنی سامنے کی ہے کہ سب ہی کو نظر آ گئی"

اس موقع پر سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری تغمدہ اللہ بغفرانہ کی وہ آخری تقریر بھی پیش نظر رہنی چاہئے، جو آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے سالانہ اجلاس میں الوداعی فرمائی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شہادت کے بعد [illegible] ہو رہے تھے شاید جنگ احد والوں کے اس طرح [illegible] سے پہلے کوئی پانی ان پر چھڑکتا [illegible]
روایت تو سن لی مگر دل بیٹھ جاتا ہے انکار کر تا کیا یہ ممکن ہے کہ عالم علیم کی شمر حیات و تقدیر بعض ایک انسان کی خواہش و تمنا کے لئے اگر چہ وہ کتنا ہی مقبول و مکرم ہو، پلٹ دے [illegible] شعلوں اور آگ میں جھونک دے؟ لیکن جب قرآن میں [illegible] کے سلسلہ میں [illegible] الفاظ [illegible] فرمایا، [illegible] جس کا ترجمہ [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے کہ [illegible] آیت سے متعلق روایات میں آیا ہے کہ بعض [illegible] شرکت [illegible] شوق شہادت [illegible] خدا کے نام پر مٹنے والا بے قرار [illegible] اسباب بیان کرتے ہوئے ایک سبب یہ بھی حکیم و علیم نے بتایا کہ اس طرح بعض سعید روحوں کی تمنائے شہادت کی تکمیل بھی مقصود و مطلوب تھی [illegible] آخر بھی [illegible] سے خالی [illegible] ان کی بعض تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے، [illegible] کر دیا [illegible] جس کو دیکھ کر کہنے والے نے کہا تھا [illegible] اس پہلو کو سامنے رکھ کر [illegible] کے لئے [illegible] دروازہ [illegible] کھولا جا سکتا ہے، خوب کہا ہے کہنے والے نے

کرتو چنیں خواہد خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مراد متقیں

بہرحال حافظ ضامن صاحب سے متعلق روایت کو قبول کرنے میں کم از کم مجھے اب کوئی تذبذب نہیں، اولیٰ میں اس طرح کی روایت اگر موجود ہے تو آخرین کے لئے امکان کو بھی ماننا عقل و اگہی کے بے معرفہ کاموں کو زیادہ اہم کچھ نہیں۔

جس کے بعد پھر اس ناسوتی دنیا میں آپ کا قیام محدود سے چند سال رہا، فرمایا کہ:

"میں نے اپنی عمر کے چالیس سال محض اس مقصد کے لئے صرف کر دیئے کہ دیکھیں فقہ حنفی حدیث کے مطابق ہے یا نہیں، سو ہم اپنی چالیس سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں، جہاں جس درجہ کی حدیث خصم کے پاس ہے اسی درجہ کی حدیث احناف کے پاس بھی موجود ہے اور جہاں حدیث نہ ہونے کی بنا پر امام ابوحنیفہ نے مسئلہ کی بنیاد قیاس پر رکھی وہاں دوسروں کے پاس بھی کوئی حدیث موجود نہیں۔"

یہ تفحص و تلاش نہ میرے لئے ممکن اور نہ کمالات مذکورہ متوقع، تاہم اکابر کو جو کچھ یقین کد و کاوش سے میسر آیا کچھ بھی ہو اس ظلوم و جہول کو وہ دولت، الحمد للہ بآسانی حاصل ہے۔

اسی طرح ہندوستان اور بیرون ہند میں جس قدر نظریاتی اعتبار سے مکاتیب فکر و نظر پھیلے ہوئے تھے یا ملتے رہے ہیں ان سب میں، دیوبندیت کی اصابت، اور مکمل حدیث و قرآن یا سنت و دین سے اس کی موافقت پر اتنا شرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے، ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر میں نے غور کیا یا فکر و نظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھل سکیں، دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پائی جو مکہ اور مدینہ زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً سے اپنی ابتدائی اور انتہائی بلکہ ارتقائی شکل میں چلا تھا۔ یہ ہے ایک مختصر جواب۔ تمہید میں اٹھائے ہوئے اس سوال کا کہ آخر دیوبند یا دیوبندیت ہے کیا چیز، اور ذرا تفصیل در اس کی ہو جانی چاہئے تاکہ دیوبندیت اپنے تمام زوایا و گوشوں، خصوصیات اور ممیزات کے ساتھ دوسرے تمام مکاتیب فکر میں ممتاز ہو جائے۔

میرا خیال یہ ہے کہ "ما انا علیہ واصحابی" جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے، اسی سوال کے جواب میں تراوش ہوا تھا "نجات پھر کس فرقہ کی ہوگی؟" یہی دیوبندیت کی مختصر اور منقح، جو جز اور جمیع و کمل تعریف یا تعارف ہے، ایسی چیز نزدیک، دیوبندیت خالص ولی اللّٰہی فکر بھی نہیں، اور نہ کسی خاص خانوادہ کی بند کی فکر دولت و متاع۔ میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتداء میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے، علم کامل، اور شعور بالغ کے ساتھ، قدرت نے ان کو ایک ایسی چھلنی بھی عطا کی تھی جس سے وہ افکار و نظریات کو چھان کر ہی قبول کر سکیں، مجھے اس حقیقت کے اعتراف کرنے میں کوئی تامل و تذبذب نہیں ہوتا کہ ہندوستان کی سیاسی و مذہبی پامالی کے دور میں دین کو اپنی شکل میں باقی رکھنے کے لئے، دیوبند کا وجود قدرت کا ایک عظیم لطیفہ ہے۔ اور جن اکابر کو، فکر و نظر کی تراش و خراش کے لئے خدا تعالیٰ نے کھڑا کر دیا، وہ عظیم انسانی، صدیوں کی الٹ پھیر میں، وجود پذیر ہوتے ہیں، اس لئے دیوبندیت کی ابتداء حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے، مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں، اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمہ پر ہی منتہی ہوتا ہے۔ اور آج ہند و پاک میں حدیث و قرآن کے جو زمزمے سنے جاتے ہیں ان میں خانوادہ ولی اللّٰہی کا براہ راست دخل ہے۔ اس لئے

لہ چند سال گذرتے ہیں دار العلوم دیوبند کے آفاقی کتب خانہ میں ایک باخبر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر، اچانک مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ دیوبندیت کیا ہے؟ اس کے جواب میں جب میں نے اپنی مذکورہ بالا دریافت ذرا تفصیل سے بیان کی تو سننے کے بعد وہ بولے کہ — مولوی صاحب! اس حقیقت سے تو اکثر دیوبندی بھی مطلع نہیں، اور کھینچ تان کر خود کو ولی اللّٰہی فکر سے جوڑ رہے ہیں، حالانکہ دیوبندیت کے امام تو صرف یہی دو امام وقت ہیں۔"

ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ تاہم کم از کم یہ تو شاہ صاحب اور دیوبند میں فرق نمایاں اور واضح نظر آتا ہے جس کے بعد، دیوبندیت کو، ولی اللّٰہی فکر کا ایک سرچشمہ قرار دینے میں مجھے تامل ہے، بلکہ میرے اپنے مطالعہ کا حاصل تو یہ ہے کہ دیوبندی فکر سے بہت کچھ حضرت رئیس المحدثین شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ قریب ہیں۔ فقہ حنفی کی برتری کا یقین اور اس کی اشاعت جو دیوبند کے متعارف اجزاء ترکیبی میں ایک عنصر غالب ہے، جس قوت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رحمۃ کے یہاں ہے، ان کے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے یہاں اس کا نام و نشان بھی نہیں، اگرچہ مجھ کو نہایت گول مول [illegible] اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو شاہ صاحب مرحوم سے کم از کم مجھ دیوبند کو دور لیجا کر کھڑا کرتا ہے۔ "والقصة بطولها"* اس لئے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیوبندیت کے واقعی امام وہی وہ بزرگ ہیں، جن کا نام آپ مجھ سے سن چکے "العلامہ صوفی روشن ضمیر مولانا عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کے ابتدائی بانی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ آفاقی اور عالمی درسگاہ کے تخیل سے مرحوم کا دل و دماغ قطعاً خالی تھا، ایک عظیم درسگاہ جو آفاقی تصورات کی حامل ہو۔ کلیۃً حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرہون منت ہے، نیز ابتدائی آدرشیں جو حضرت مولانا قاسم صاحب اور حاجی عابد حسین مرحوم میں رہیں، جن کی مشابہ

ع یہاں اپنے ایک پرانے خیال اور تجربہ کا ذکر بھی مناسب ہے، ایک عرصہ تک میرا خیال رہا کہ دیوبند کو اپنا تعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کیوں، قائم کرنا چاہیے، غالباً ہندوستان میں اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات کچھ کم وقیع نہیں، شروح حدیث میں شاہ صاحب مرحوم کے قلم سے جو کچھ ادھر ادھر سے تیار ہوئے انہیں تو جانے دیجئے۔ ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق، کی شرح بخاری بھی ایک زمانہ میں مرجع و متداول رہی۔ اس خانوادہ کی خدمات علماء ولی اللّٰہی کے کتب کی طرح اگرچہ طلبہ وقیع نہیں تاہم حدیث و قرآن سے ہند کو واقف کرنے میں شیخ عبدالحق مرحوم کا بھی پورا حصہ ہے۔ مگر پھر یہ رائے بھی بدل گئی، اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرت شیخ عبدالحق کا طریقہ دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا، غالباً اکبری دور کی بہت سی بدعتوں کو جو [illegible] دینے والی ہو [illegible] ایک طلسم [illegible] صاحب نظر عالم کی رائے میں اچھنے [illegible] ہوں۔ سنتا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ "شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا" بس اسی اجمال میں ہزارہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے ۱۲

ع میری ان تصریحات سے یہ سمجھنا کہ امام الدہلوی کی عقیدت میں یہ حقیر کسی سے کم ہے، مجھ پر ایک ظلم ہوگا کیا عرض کروں اپنی موجودہ حالت کو اسی امام وقت کا ایک روحانی فیض و تصرف باور کرتا ہوں جس زمانہ میں اپنی تشنہ [illegible] ہند و پاک کے دو ابھرتے ہوئے خطوں سے پہلے دہلی پر، پنجاب پر تیزی سے [illegible] امتحان دینے کے بعد براہ راست [illegible] میں پڑ چکا تھا۔ اور جن حالات میں اگر موت آجاتی تو گویا "موت جاہلیۃ" ہی ہوتی۔ ہر جمعہ کو سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء اور سیدنا الامام الدہلوی کے مزارات پر حاضری ہوتی اور جو دعائیں ہوتیں ان کی تفصیل کے بغیر موجودہ مشغلے انہیں بزرگوں کے روحانی تصرف تسلیم کرتا ہوں دوسروں سے منوانے کی کوئی وجہ پیش نظر بھی نہیں، اب بھی دہلی کا کوئی سفر غالباً الامام کے مزار پر حاضری کے بغیر نہیں ہوتا [illegible] ایصال ثواب کا [illegible] معمول ہے، تاہم جو بات کہنا چاہتا وہ ایک [illegible] کیوں عرض کر دوں۔

تعبیر فکر رہی ہو، یا شاید جرات ہی سے ہو سکتی ہے، میرے نزدیک اس کی واقعیت صرف اتنی نہیں کہ عمارت کے تقرر یا تعین کرنے پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا، جیسا کہ میں اپنے بزرگوں سے برابر سنتا رہا، یہ عرض کرنے دیجئے کہ یہ آویزش خالص نظریاتی جنگ تھی، میں تفصیلات میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ ایک دلخراش تاریخ کا باب ہے، لیکن اپنے علم و مطالعہ کی بنا پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند، حضرت حاجی عابد حسین المغفور کی ایک تحریک میں رہا تھا، وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہوتا جس کا کوئی تعارف اور شہرت، عالم اسلامی سے گذر کر اقصائے عالم میں پہنچ چکی ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ موجودہ عمارت کے بانی ہونے کے ساتھ فکر اور تحریک کے امام بلا ریب حضرت مولانا قاسم صاحب علیہ الرحمۃ ہیں، جن کی پوری جد و جہد میں حضرت گنگوہی ثانی اثنین کی حیثیت سے ہر مرحلہ پر کھڑے نظر آتے ہیں۔

ے مجھے تو صرف اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ چھتہ کی مسجد جہاں سے دارالعلوم کی ابتدا ہوتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب مرحوم کی نشست گاہ بھی مقدس عمارت ہے۔ اس مسجد میں رمضان المبارک کے چاروں جمعوں میں اب تک میلاد حضرت حاجی صاحب کی یادگار میں جاری ہے، میں نے کیا لکھا، ایسی ہی اجمالی ہیں، نکتہ سنج اسی ساری تفصیلات کو پڑھ لیں جس میں نے کم از کم تاریخ نگاری کے تمام فریضہ کے قطعاً خلاف، سنانے سے پہلو بچا لیا۔